السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1۔ آج کل جو لوگ باہر کے ملکوں (خاص کر عرب امارات) سے پاکستان چھٹی پر یا کینسل آتے ہیں تو پاکستان میں کچھ لوگ ان کو بولتے ہیں کہ آپ ہم کو اپنا پاسپورٹ دے دیں ہم اس پر نئی گاڑی (زیرو میٹر) نکالتے ہیں (یا کچھ اور کام جو سائل کو پتا نہیں) اور ہفتہ دس دن کے بعد پاسپورٹ کے ساتھ 70 یا 80 ہزار روپے دے دیتے ہیں

تو اس پاسپورٹ دینے والوں کو یہ پیسے لینا جائز ہیں یا نہیں؟

2۔ سائل نے ایک مقامی مفتی صاحب سے پوچھا تو اس نے سائل کو بتایا کہ یہ لوگ اورسیز پاکستانیوں سے پاسپورٹ لے کر اس پر نئی گاڑی خرید لیتے ہیں اور پھر اس کو بیچ کر خود دو تین لاکھ (یا زیادہ) کما کر پاسپورٹ لینے والوں کو پاسپورٹ کے ساتھ 70-80 ہزار روپے دیتے ہیں اور یہ پیسے لینا جائز ہیں-

کیا واقعی اس پاسپورٹ دینے والوں کو یہ پیسے لینا جائز ہیں؟

3۔ کچھ سال پہلے جب یہ لوگ اورسیز پاکستانیوں سے پاسپورٹ لیتے تھے تو اس وقت وہ پاسپورٹ والوں کو 10 ہزار روپے دیتے تھے اور سائل کو لوگ یہ بتاتے تھے کہ یہ لوگ اس اورسیز پاسپورٹ کے ذریعہ سامان وغیرہ منگواتے ہیں (پر یقینی بات سائل کو پتا نہیں کہ وہ اس پاسپورٹ سے کیا کرتے تھے)-

اس حالت میں یہ پیسے لینا جائز ہیں کہ نہیں؟

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۵/۲۲۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱، ۲، ۳)۔۔۔ سوال میں ذکر کردہ مقصد کے لئے پاسپورٹ دیکر پیسے لینا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ حکومتی قانون میں صرف پاسپورٹ والے آدمی کو باہر ملک سے گاڑی منگوانے کی اجازت ہوتی ہے، اُس کا پاسپورٹ لیکر کسی دوسرے شخص کو باہر سے گاڑی منگوانے کی قانوناً اجازت نہیں ہوتی، اور حکومت اگر کوئی ایسا جائز قانون بنائے جس کے ساتھ عوام کی مصلحت وابستہ ہو تو اس قانون کی پابندی شرعاً لازم ہوتی ہے۔ لہٰذا دوسرے شخص کا پاسپورٹ لیکر گاڑی منگوانا جس طرح قانوناً ممنوع ہے اسی طرح شرعاً بھی درست نہیں، نیز اس میں دھوکہ بھی ہے۔ لہٰذا پاسپورٹ کرایہ پر دینے اور لینے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ (ماخذہ تبویب بتصرف: ۱۴۷۵/۸۶)

فقه البيوع لفضيلة الشيخ المفتي محمد تقي العثماني حفظه الله تعالى: (۲۸۱/۱)

والواقع فى هذه الرّخصة أنّها ليست عيناً مادّيّة، ولكنّها عبارةٌ عن حقّ بيع البضاعة فى الخارج أو شراءها منه، فيتأتّى فيه ماذكرنا فى الاسم التجاريّ من أنّ هذا الحقّ ثابتٌ أصالةً، فيجوز النّزول عنه بمال. وبماأنّ الحصولَ على هذه الرّخصة من الحكومة يتطلّب كلاًّ من الجهد والوقت والمال، وإنّ لهذه الرّخصة صفةً قانونيّةً تمثّلها الشّهاداتُ المكتوبة ويستحقّ بها التّجارُ تسهيلاتٍ تُوفّرها الحكومة لحامليها، فصارت هذه الرّخصةُ فى عرف التّجار ذاتَ قيمةٍ كبيرةٍ يُسلك بها مسلكَ الأموال، فلايبعد أن تلتحق بالأعيان فى جواز بيعها وشراءها. ولكنّ كلّ ذلك إنّما يتأتّى إذاكان القانونُ يسمح بنقل هذه الرّخصة إلى رجل آخر. أمّا إذاكانت الرّخصة باسم رجل مخصوص، أو شركة مخصوصة، ولايسمح القانون بنقلها إلى رجل آخر أو شركةٍ أخرى، فلا شبهةَ فى عدم جواز بيعها، لأنّ بيعَه حينئذٍ يؤدّى إلى الكذب والخديعة، فإنّ المشتريَ يستعملها باسم البائع، لا باسم نفسه، فلا يحلّ ذلك لما فيه من الكذب، إلاّ بأن يوكّل حاملَ الرّخصة بالبيع والشّراء. وحينئذٍ لايكون ذلك بيعاً للرّخصة، وإن كان يجوزُ لحامل الرّخصة أن يطالب الموكّلَ بأجرة الوكالة. والله سبحانه وتعالى أعلم. ———

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

محمد حذیفہ عفااللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۴/جمادی الاولیٰ۔۱۴۴۲ھ

۳۰/دسمبر۔۲۰۲۰ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفراللہ

۱۴۴۲/۵/۱۷ھ

02-01-2021

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۱۵/۲۳۲۰

۱۴۴۲/۵/۱۷

۲۰۲۱/۱/۲

مفتی